پاکستانی ادب کے نمایاں نقوش

ڈاکٹرغفور شاہ قاسم

پاکستانی ادب سے مراد وہ ادب ہے جو پاکستان کے تہذیبی اور تاریخی مظاہر کا ترجمان ہو اور جو یہاں کے کروڑوں باشندوں کی امنگوں، آرزوؤں، کامیابیوں اور کامرانیوں، ناکامیوں اور محرومیوں کا عکاس ہو۔ پاکستانی ادب ایک مخصوص فضا، مخصوص ماحول، مخصوص رنگ اور مخصوص لب و لہجے کا حامل ہے جو پاکستانی ادیبوں نے تخلیق کیا اور جس میں پاکستان کی تاریخ، روایات، حالات تہذیب وثقافت پس منظر مکمل طور پر موجود ہے۔ یہ ادب ہمارے قومی طرز احساس اور قومی بیانیے کا ترجمان ہے۔ پاکستانی قومیت اور پاکستانیت کی تشکیل میں اس کے بنیادی کردار سے انکارنہیں کیا جاسکتا۔ پاکستان کی علاقائی زبانوں کے علاوہ انگریزی زبان میں معرض تحریر میں آنے والا پاکستانی ادیبوں کا ادب بھی یقیناً ''پاکستانی ادب'' کہلائے گا۔ ڈاکٹر سلیم اختر کا خیال ہے کہ

''پاکستانی ادیب کا لکھا ہوا وہ ادب جس میں پاکستانی قوم کے مسائل ومصائب کا تذکرہ ہو یا جس سے پاکستانی قوم کا تشخص اُجاگر ہوتا ہو اسے پاکستانی ادب قرار دیا جاسکتا ہے''۔

بلاشبہ پاکستانی ادب بہت سے مدارج طے کر چکا ہے یہ بہت سی منزلیں عبور کر آیا ہے۔ یہ بہت سے واقعات اور سانحات کا عینی شاہد ہے اس میں ہماری قومی تاریخ مکمل طور پر محفوظ ہو چکی ہے۔ پاکستانی مزاج سمجھنے کے لیے اس کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ یاد رہے کہ پاکستانی ادیبوں کی نگارشات اور تخلیقات میں ایک واضح داخلی ہم آہنگی اور موضوعاتی تنوع پایا جاتا ہے۔

قیام پاکستان 1947ء سے لے کر اب تک پاکستانی قوم جن جن مراحل سے گزری ہے اُن میں 1958ء، 1965ء، 1971ء، 1998ء، 1999ء اور پھر 9/11 میں پیش آنے والے واقعات نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔ پاکستانی ادب کے خدوخال اور نقوش مندرجہ بالا برسوں میں پیش آنے والے واقعات نے وضع کیے ہیں۔ آئندہ سطور میں ہم پہلے شعری ادب اور بعد ازاں نثری ادب کے تناظر میں پاکستانی ادب کا مطالعہ کریں گے۔ یہ جائزہ بلحاظِ اصناف پیش کیا جارہا ہے۔

نعت:۔

نعت قیام پاکستان کے بنیادی تصور اور نظریے سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہے۔ چنانچہ نعت پاکستان کی سب سے ممتاز صنف سخن بنتی جارہی ہے۔ گزشتہ 71 برسوں میں نعت گوئی کا رجحان اتنا فروغ پذیر ہوا ہے کہ ہمارے جو شاعر غزل اور نظم میں اپنی حیثیت منوا چکے تھے وہ بھی نعت کہنا اپنے لیے باعث افتخار سمجھنے لگے ہیں اور اُنھوں نے نہایت ایمان افروز اور کیف آفریں نعتیں کہی ہیں، جن کے ایک ایک شعر سے اُن کی حضور نبی اکرمؐ سے والہانہ عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔ قیام پاکستان کے وقت متعدد ایسے شاعر موجود تھے جو نہ صرف یہ کہ نعت کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے بلکہ نعت گو کی حیثیت سے معروف ہو چکے تھے ان میں ضیاء القادری، بہزاد لکھنوی، ماہر القادری، شمس مینائی درد کاکوروی، محمد ذکی کیفی، راجہ محمد عبداللہ نیاز، اثر صہبائی اور اسد ملتانی کی سطح کے ایسے متعدد شعرا

تھے جنھوں نے نعت کے فروغ وارتقا میں مقدور بھر حصہ لیا۔

پاکستان میں نعت گوئی کا دورِ اولیں انھی شعرا پر مشتمل ہے۔ دوسرا دور جنگ ستمبر 1965 سے کچھ عرصہ قبل عبدالعزیز خالد کے نعتیہ مجموعہ ''فارقلیط'' کی اشاعت سے شروع ہوا۔ یہ دور پہلے دور کی نسبت زیادہ وقیع اور شاندار ہے۔ اس دور میں حافظ مظہر الدین، حافظ لدھیانوی، حفیظ تائب، راسخ عرفانی اور متعدد دوسرے نعت گو شاعر نعتیہ ادب کے اُفق پر نظر آتے ہیں جنھوں نے اپنی تمام تر شعری صلاحیتوں کو نعت گوئی کے لیے وقف کر دیا اور نعت کے فن، ہیئت اور اسلوب میں وسعت اور تنوع پیدا کیا۔

شروع شروع میں نعت گوئی کے ضمن میں ترقی پسند شعرا کا رویہ بے اعتنائی کا رہا لیکن بعد ازاں کچھ ترقی پسند شعرا نے بھی صنفِ نعت میں طبع آزمائی کی۔ ان شعرا میں سب سے نمایاں نام احمد ندیم قاسمی کا ہے۔ قیامِ پاکستان کی دوسری دہائی میں انھوں نے اپنے افکار ونظریات کے اظہار کے لیے نعت گوئی کو اپنایا اور اعلیٰ نعتیں لکھیں۔ 1965ء کی جنگ کے بعد احمد ندیم قاسمی کے علاوہ دوسرے ترقی پسند شعرا کے ہاں بھی نعت گوئی کی طرف رجحان نمایاں ہونا شروع ہو گیا۔ ان کے پسندیدہ موضوعاتِ نعت معاشرتی مساوات اور عدل وانصاف ہیں۔ ان شعرا میں عارف عبدالمتین، قتیل شفائی، ظہور نظر اور احمد فراز کے نام لیے جاسکتے ہیں۔ عارف عبدالمتین نے آزاد نظم کی صنف میں نعت کے عمدہ نمونے تخلیق کیے۔ ان کی نعتوں میں جدید غزل کے اثرات واضح طور پر محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ حافظ مظہر الدین کا نعتیہ کلام عصر حاضر کی نعت میں جس روایت کا نمائندہ ہے اس کا تعلق حضور اکرمؐ سے سچی وابستگی سے ہے۔ مظہر کی زباں شیریں وشگفتہ ہے، انتخاب واستعمالِ الفاظ میں وہ صنف نعت کی فنی نزاکتوں کا پورا پورا لحاظ رکھتے ہیں۔ حافظ لدھیانوی ان نعت گو شعرا میں منفرد حیثیت کے حامل ہیں جنھوں نے کامیاب اور پختہ غزل گوئی کے بعد نعتِ رسولؐ کی طرف رجوع کیا اُن کی نعت حسن تغزل اور کیف نعت کا دل پذیر امتزاج ہے۔

حفیظ تائب کی نعت ذوقِ جدید کی نمائندہ ہے۔ طرزِ احساس اور پیرایہ اظہار کے لحاظ سے بھی وہ نئے شعرا کے زیادہ قریب ہیں۔ تائب نے اپنی لکھی نعتوں میں حضور اکرمؐ کے ارشادات، پیغامات اور مقصد نبوت وبعثتِ نبوی کو ہمیشہ پیش نظر رکھا۔ تائب کی لکھی نعتیں ملکی اور ملی احساسات سے مملو ہیں۔ ان کا اسلوب سہل اور آسان ہے راسخ عرفانی کی نعتیں ان کی قلبی واردات کی مظہر ہیں۔ ان کی نعتوں میں آنحضورؐ کے اُسوہ حسنہ کے بیان کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ یوسف ظفر کی وہ نعتیں جو اُنھوں نے سفر حج کے بعد لکھیں کیف سے لبریز ہیں۔ ان میں سرشاری، حاضری اور حضوری کا رنگ نمایاں ہیں۔ شورش کاشمیری کی نعت میں ردِ قادیانیت اور عصری مسائل وواقعات کے حوالے ملتے ہیں۔ احسان دانش کی نعت گوئی کا بھرپور اظہار ان کی طویل نعت ''دارین'' میں ہوا ہے جو مسدس کی ہیئت میں ہے۔

اعظم چشتی، محمد علی ظہوری اور مظفر وارثی بیک وقت بہت اچھے نعت گو اور نعت خواں تھے۔ ان کی ذات میں دونوں اوصاف کا امتزاج ایک امتیازی اور اختصاصی بات ہے۔ مظفر وارثی نے اُردو نعت کو ایک مترنم اسلوب دیا۔ ان کی نعت گوئی کا غالب اظہار پیرایہ غزل ہی میں ہوا ہے مگر انھوں نے قطعہ بند نظموں کی صورت میں بھی نعتیں لکھی ہیں۔

جدید طرزِ اظہار نے عاصی کرنالی کی نعتوں کو دل آویز بنا دیا ہے۔ ان کی نعت کا اسلوب اصلاحی ہے۔ صوفی محمد افضل فقیر کی نعت گوئی اُن کی حبِ رسولؐ میں سرشاری وشیفتگی کا رنگ لیے ہوئے ہے۔ ان سطور میں نعت کے ایک اور اہم شاعر کا تذکرہ بھی ناگزیر ہے۔ ''کرم بالائے کرم''، بہزاد لکھنوی کا نعتیہ شعری مجموعہ ہے۔ یہ مجموعہ ان کے سفر حج وزیارات کے بعد کا ہے۔ کیا خوب نعتیہ مجموعہ ہے۔ بہزاد ان شاعروں میں سے ہے جنھوں نے اپنی آواز کے اتصال اور لے کاری سے نعت گوئی کو فروغ دیا۔ مترنم اور چھوٹی بحروں میں ان کا کلام بہت مقبول ہوا۔ ماہر القادری کی نعت گوئی میں ان کی شخصیت کا تحریکی عنصر نمایاں ہے۔ انھوں نے اپنی

نعت گوئی کو لادینیت اور ملحدانہ افکار و نظریات کی نفی کے لیے استعمال کیا۔
نعیم صدیقی اور آسی ضیائی دونوں تحریکِ اسلامی سے وابستہ رہے۔ چنانچہ اُن کی نعت گوئی پر تحریکی اور انقلابی پہلو غالب رہا۔ ان دونوں شعرا کے طرزِ اظہار اور اسلوب کے فرق کے باوجود موضوعاتِ نعت ایک جیسے ہیں۔ بشیر حسین ناظم، سید شریف الدین نیّر سہروردی، سلیم کوثر، افتخار عارف، منور ہاشمی، ریاض حسین چودھری، محمد فیروز شاہ، سید صبیح رحمانی، واجد امیر اور عمران نقوی، جلیل عالی، سرور حسین نقشبندی کی لکھی نعتیں اس صنف کے لیے افتخار کا باعث بنیں۔
نعت گو شاعرات میں رابعہ نہاں، ادا جعفری، وحیدہ نسیم، پروین فنا سید اور نورین طلعت عروبہ کے ناموں کا حوالہ بہت ضروری ہے۔
نعت گو شاعروں نے دورِ حاضر میں نعت کے ضمن میں بہت سے ہیئتی تجربات بھی کیے ہیں۔ ہائیکو، دوہا، ماہیا، آزاد نظم، نظم معریٰ اور نثری نظم کی ہیئت میں بھی نعتیں لکھی جا رہی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ غیر منقوط نعتیں، نعتیہ قطعات اور رباعیات بھی لکھی جا رہی ہیں۔ پاکستانی نعت گو شعرا نے نعت کو غزل کے قریب لانے کی شعوری کوشش کی ہے۔ اپنے نظریاتی تشخص کے تناظر میں پاکستان کی سرزمین صنفِ نعت کے فروغ کے لیے نہایت سازگار رہے۔ چنانچہ پاکستان میں، نعت کا فن مسلسل فروغ پذیر ہے۔

غزل

غزل میں زندگی کی سی وسعت ہے۔ جس طرح زندگی اپنے اندر تمام موسم، رنگ، واقعات، جذبے تحریکیں رویے اور رجحان رکھنے پر قادر ہے اس طرح غزل ان سب عناصر کو اپنے اندر جذب کر لیتی ہے جس طرح زندگی کا ارتقائی سفر جاری ہے اسی طرح غزل کا ارتقائی سفر بھی ایک تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔ ہماری انفرادی اور قومی زندگی کے بدلتے ہوئے مناظر اور مظاہر صنف غزل کا حصہ بنتے جا رہے ہیں۔ غزل کے دو مصرعے نہ صرف قاموسِ تخیل کو جذب کر لیتے ہیں بلکہ ذات سے لے کر کائنات تک، انفس سے لے کر آفاق تک، انسانی احساسات سے لے کر تاثرات تک، عمیق کیفیات سے لے کر فلسفیانہ تفکرات تک تمام زاویوں کو اپنے اندر سمیٹ لیتے ہیں۔
قیامِ پاکستان کے فوری بعد ادبی اُفق پر نمایاں ہونے والے غزل گو شعرا کے نام برصغیر کی تقسیم سے قبل ہی ادبی دنیا میں اپنی شناخت متعین کرا چکے تھے۔ ان شعرا میں ایم ڈی تاثیر، حفیظ جالندھری، حفیظ ہوشیار پوری، احسان دانش، سید عابد علی عابد، سیف الدین سیف، ظہیر کاشمیری، احمد ندیم قاسمی، فیض احمد فیض، انجم رومانی، باقی صدیقی، مختار صدیقی، عبدالحمید عدم، عارف عبد المتین، یوسف ظفر، قتیل شفائی، ساقی فاروقی، شہرت بخاری، سراج الدین ظفر، ضیا جالندھری، صوفی غلام مصطفیٰ تبسم، بلکہ معروف نظم گو شعرا میرا جی اور مجید امجد کے نام بھی شامل کر سکتے ہیں۔ ان شعرا میں سے چند سخن وروں کا رنگِ سخن ملاحظہ فرمائیے۔

حفیظ جالندھری

اب تو کچھ اور بھی اندھیرا ہے
یہ مری رات کا سویرا ہے؟

....

دیکھا جو کھا کے تیر کمیں گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

....

کیا پابندِ نے نالے کو میں نے
یہ طرزِ خاص ہے ایجاد میری

....

حفیظ ہوشیار پوری

محبت کرنے والے کم نہ ہوں گے
تری محفل میں لیکن ہم نہ ہوں گے
دلوں کی اُلجھنیں بڑھتی رہیں گی
اگر کچھ مشورے باہم نہ ہوں گے
اگر تو اتفاقاً مل بھی جائے
تری فرقت کے صدمے کم نہ ہوں گے

احمد ندیم قاسمی

انداز ہو بہو تری آواز پا کا تھا
دیکھا نکل کے گھر سے تو جھونکا ہوا کا تھا

....

جب ترا حکم ملا، ترک محبت کر دی
دل مگر اس پہ وہ دھڑکا کہ قیامت کر دی

....

یاد آئے ترے پیکر کے خطوط
اپنی کوتاہی فن یاد آئی
عمر بھر سنگ زنی کرتے رہے اہل وطن
یہ الگ بات کہ دفنائیں گے اعزاز کے ساتھ

....

فیض احمد فیض

ہم نے جو طرزِ فغاں کی ہے قفس میں ایجاد
فیض گلشن میں وہی طرز بیاں ٹھہری ہے
وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا
وہ بات اُن کو بہت ناگوار گزری ہے

....

جس دھج سے کوئی مقتل کو گیا وہ شان سلامت رہتی

(25)

یہ جان تو آنی جانی ہے اس جاں کی تو کوئی بات نہیں

....

باقی صدیقی

آپ کا کارواں سے کیا مطلب؟
آپ تو میرِ کارواں ٹھہرے

....

کشتیاں ٹوٹ گئیں ہیں ساری
اب لیے پھرتا ہے دریا ہم کو

مختار صدیقی

بستیاں، کیسے نہ ممنون ہوں دیوانوں کی
وسعتیں ان میں وہی لائے ہیں ویرانوں کی
وہ بِنا ساز بھی ہوتے ہیں گلستانوں کے
خاک جو چھانتے پھرتے ہیں بیابانوں کی

سید عبدالحمید عدم

میں میکدے کی راہ سے ہو کر نکل گیا
ورنہ سفر حیات کا کتنا طویل تھا!
ہم کو شاہوں سے عدالت کی توقع تو نہیں
آپ کہتے ہیں تو زنجیر ہلا دیتے ہیں

....

کہتے ہیں عمر رفتہ کبھی لوٹتی نہیں
جا میکدے سے میری جوانی اٹھا کے لا

....

صوفی غلام مصطفیٰ

سو بار چمن مہکا سو بار بہار آئی
دنیا کی وہی رونق دل کی وہی تنہائی
دیکھے ہیں بہت ہم نے ہنگامے محبت کے
آغاز بھی رسوائی، انجام بھی رسوائی

قیامِ پاکستان کے بعد غزل کی صنف میں جو نئے نام شعری اُفق پر اُبھرے اُن میں سب سے اہم نام ناصر کاظمی کا ہے۔ ناصر کے ساتھ ساتھ جن دوسرے غزل گو شعرا کے نام سامنے آتے ہیں اُن میں ابن انشاء، عزیز حامد مدنی، احمد مشتاق، رسا چغتائی،

سلیم احمد، محبّ عارفی، محبوب خزاں، شان الحق حقی، منیر نیازی، مصطفیٰ زیدی، اطہر نفیس، احمد فراز، فارغ بخاری، خاطر غزنوی، عطا شاد، ظفر اقبال، شہزاد احمد، محشر بدایونی، جون ایلیا، رضی اختر شوق، وزیر آغا، محسن احسان، شور علیگ وغیرہ شامل ہیں۔ ان غزل گو شعرا کے نام 1947ء سے لے کر تقریباً 1960ء تک کے عرصے کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ ان میں چند شعرا کا رنگِ غزل پیش کیا جاتا ہے۔

ناصر کاظمی

اُنھیں صدیوں نہ بھولے گا زمانہ
یہاں جو حادثے کل ہو گئے ہیں

....

پرانی صحبتیں یاد آ رہی ہیں
چراغوں کا دھواں دیکھا نہ جائے

....

گلی گلی آباد تھی جن سے کہاں گئے وہ لوگ
دلی اب کے ایسی اُجڑی گھر گھر پھیلا سوگ

....

اے دوست ہم نے ترکِ محبت کے باوجود
محسوس کی ہے تیری ضرورت کبھی کبھی

....

شکستہ پا راہ میں کھڑا ہوں، گئے دنوں کو بلا رہا ہوں
جو قافلہ میرا ہم سفر تھا مثالِ گردِ سفر گیا وہ

ابن انشاء

ہم پر یہ سختی کی نظر؟ ہم ہیں فقیر رہگزر
رستہ کبھی روکا ترا؟ دامن کبھی تھاما ترا؟
بے درد! سننی ہو تو چل، کہتا ہے کیا اچھی غزل
عاشق ترا، رسوا ترا، شاعر ترا، انشاء ترا

احمد مشتاق

مل ہی جائے گا کبھی، دل کو یہ یقیں رہتا ہے
وہ اِسی شہر کی گلیوں میں کہیں رہتا ہے
دل فسردہ تو ہوا دیکھ کر اُس کو لیکن
عمر بھر کون جواں کون حسیں رہتا ہے

25

محبوب خزاں

ایک محبت کافی ہے
باقی عمر اضافی ہے

منیر نیازی

میری ساری زندگی کو بے ثمر اُس نے کیا
عمر میری تھی مگر اِس کو بسر اُس نے کیا
راہبر میرا بنا گمراہ کرنے کے لیے
مجھ کو سیدھے راستے سے در بدر اُس نے کیا
شہر کو برباد کر کے رکھ دیا اُس نے منیر
شہر پر یہ ظلم میرے نام پر اُس نے کیا

....

منیر اِس ملک پر آسیب کا سایہ ہے یا کیا ہے
کہ حرکت تیز تر ہے اور سفر آہستہ آہستہ

....

اس شہرِ سنگ دل کو جلا دینا چاہیے
پھر اس کی خاک کو بھی اُڑا دینا چاہیے
ملتی نہیں پناہ ہمیں جس زمین پر
اک حشر اُس زمین پہ اُٹھا دینا چاہیے

احمد فراز

بزمِ مقتل جو سجے کل تو یہ امکان بھی ہے
ہم سے بسمل تو رہیں آپ سا قاتل نہ رہے

....

منصف ہو اگر تم تو کب انصاف کرو گے
مجرم ہیں اگر ہم تو سزا کیوں نہیں دیتے

....

میں تیرا نام نہ لوں پھر بھی لوگ پہچانیں
کہ آپ اپنا تعارف ہوا بہار کی ہے

....

ہم نہ ہوتے تو کسی اور کے چرچے ہوتے
خلقتِ شہر تو کہنے کو فسانے مانگے

....

پاکستانی غزل کی بلوچستان سے بھرپور نمایندگی عطا شاد نے کی۔ ان کی غزل کا ایک شعر دیکھیے۔

ترے وصال کی رُت ہے مگر خیال کی دھوپ
سجا رہی ہے تری رہ گزر سرابوں سے

اوراب ظفر اقبال کا رنگ سخن ملاحظہ فرمایئے۔

اُس کے ہر طرزِ تغافل پہ نظر رکھتی ہے
آنکھ ہے دل تو نہیں ساری خبر رکھتی ہے

....

کاغذ کے پھول سر پہ سجا کر چلی حیات
نکلی برونِ شہر تو بارش نے آلیا

....

یہاں کسی کو بھی کچھ حسبِ آرزو نہ ملا
کسی کو ہم نہ ملے اور ہم کو تو نہ ملا

ظفر اقبال کو اپنی لسانی توڑ پھوڑ کا شعور ہے اور اُس پر ہونے والی تنقید کا بھی احساس ہے چنانچہ کہتے ہیں۔

ظفر! یہ وقت ہی بتلائے گا کہ آخر ہم
بگاڑتے ہیں زباں یا زباں بناتے ہیں

شہزاد احمد

ڈرتا ہوں ، میرے سر پر ستارے نہ آ پڑیں
چلتا ہوں آسماں کی طرف دیکھتا ہوا

....

سوا نیزے پہ سورج آ گیا ہے
یہ دن بھی اب بسر کرنا پڑے گا
بہت آتے ہیں پتھر ہر طرف سے
شجر کو بے ثمر کرنا پڑے گا

جون ایلیا

حاصلِ کُن ہے یہ جہانِ خراب
یہی ممکن تھا اتنی عُجلت میں

(26)

....

کیا ستم ہے کہ اب تری صورت
غور کرنے پہ یاد آتی ہے

1960ء اور 1970ء کے درمیان پاکستانی غزل کے اُفق پرظہور کرنے والے غزل گوشعرا میں شکیب جلالی عبیداللہ علیم ،انورشعور، شیر افضل جعفری ناصر شہزاد، ریاض مجید عدیم ہاشمی، اقبال ساجد، مرتضٰی برلاس، ظہور نظراور افتخار عارف وغیرہ شامل ہیں۔

شکیب جلالی

آ کر گرا تھا کوئی پرندہ لہو میں تر
تصویر اپنی چھوڑ گیا ہے چٹان پر

....

سوچوں تو سلوٹوں سے بھری ہے تمام روح
دیکھو تو اک شکن بھی نہیں ہے لباس میں

....

آ کے پتھر تو مرے صحن میں دو چار گرے
جتنے اُس پیڑ کے پھل تھے پسِ دیوار گرے

عبیداللہ علیم

ہوا کے دوش پہ رکھے ہوئے چراغ ہیں ہم
جو بُجھ گئے تو ہوا سے شکایتیں کیسی

انورشعور

یہ جانتے ہوئے بھی گزاری ہے زندگی
ہم زندگی کے ہیں نہ ہماری ہے زندگی

عدیم ہاشمی کی ایک مکالماتی غزل کے دوشعر دیکھیے۔

کہا ساتھی کوئی دُکھ درد کا تیار کرنا ہے
جواب آیا کہ یہ دریا اکیلے پار کرنا ہے
کہا مجھ کو بنایا ہے تو پھر یہ دوسرے کیوں ہیں
جواب آیا کہ تجھ کو دوسروں سے پیار کرنا ہے

اقبال ساجد

سوچا تھا اُس نے رات کی چُپ میں مجھے ملے
لیکن ہوا نے راہ میں پتے گرا دیے

....

افتخار عارف

بلند ہاتھوں میں زنجیر ڈال دیتے ہیں
عجیب رسم چلی ہے دعا نہ مانگے کوئی

....

ہم جہاں ہیں وہاں ان دنوں عشق کا سلسلہ مختلف ہے
کاروبارِ جنون عام تو ہے مگر اک ذرا مختلف ہے

....

دمشقِ مصلحت و کوفۂ نفاق کے بیچ
فغانِ قافلۂ بے نوا کی قیمت کیا

1965ء کی پاک بھارت جنگ نے غزل پر نہیں مگر نظم پر ضرور اثرات ڈالے ہیں۔ اس لیے اس کا ذکر نظم کے حوالے سے آئے گا۔

1971ء ہماری قومی زندگی کا اہم موڑ ہے۔ 16 دسمبر 1971ء کو پاکستان دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ اس قومی سانحے نے پاکستانی غزل پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ ناصر کاظمی کی غزل سے لے کر جدید غزل گو شعرا تک اس سانحے کے اثرات محسوس کیے جا سکتے ہیں۔

سقوطِ ڈھاکہ کے حوالے سے چند شعرا کے شعر دیکھیے جن میں پاکستان کی تاریخ کا ایک اہم دور سمٹ آیا ہے۔

عمارتیں تو جل کے راکھ ہو گئیں
عمارتیں بنانے والے کیا ہوئے

ناصر کاظمی

ہم کہ ٹھہرے اجنبی اتنی مداراتوں کے بعد
پھر بنیں گے آشنا کتنی ملاقاتوں کے بعد
کب نظر میں آئے گی بے داغ سبزے کی بہار
خون کے دھبے دُھلیں گے کتنی برساتوں کے بعد

فیض

دیوار کیا گری میرے خستہ مکان کی
لوگوں نے میرے صحن میں رستے بنا لیے

(سبطِ علی صبا)

(27)

اُس دن ایسی سرخی تھی اخباروں میں
گونگے ہو گئے شہر کے سارے ہاکر بھی

جلیل عالی

اسلم انصاری، خورشید رضوی اور غلام محمد قاصر اگرچہ ستر کی دہائی سے بہت پہلے مطلعِ سخن پر نمودار ہوئے اور اپنے کلام کی نفاست اور لہجے کی ندرت کے باعث مقبول ٹھہرے مگر اُن کا اسلوبِ خاص جو اُن کی شناخت کا وسیلہ بنا، ستر کی دہائی میں اپنی تکمیلی صورت میں ظاہر ہوا۔ صابر ظفر جدید تر غزل گووں میں اپنے لہجے کی سادگی، بیان کی رعنائی اور موضوعات کی وسعت کے لحاظ سے الگ پہچانے جاتے ہیں۔ صابر ظفر کی غزل خالصتاً پاکستانی غزل ہے کہ اس میں پاکستان کی بو باس پورے طور پر موجود ہے۔ ہماری تمام علاقائی زبانوں کے لہجے اور لفظ اس میں فطری طور پر شامل ہوتے چلے گئے ہیں۔

حسین سحر جدید تر عہد کا وہ سحر کار شاعر ہے جس کی تلمیحات نے شعر کی تہہ داری اور رمزیت میں اضافہ کیا ہے۔ ثروت حسین کے انوکھے طرزِ اظہار نے اُن کے اسلوب کو انفرادیت کا وہ ذائقہ عطا کیا جس پر کسی دوسرے غزل گو شاعر کے رنگِ سخن کی چھاپ دکھائی نہیں دیتی۔ علی اکبر عباس نے جدید تر پاکستانی غزل کو نئی شعریات کے ذائقے سے سرشار کیا ہے۔ ان کی تخلیقی شناخت ان کے منفرد شعری کارنامے ''رچنا'' کی مرہونِ منت ہے۔ علی اکبر عباس نے پنجابی زبان سے استفادہ کر کے اپنے لیے نئی شعری زبان وضع کی ہے۔ ''رچنا'' میں شامل غزلیات پاکستانی غزل کا نیا چہرہ متعارف کراتی ہیں۔

محمد اظہار الحق اور خالد اقبال یاسر کی غزل اپنی مخصوص لفظیات اور تراکیب کی وجہ سے ایک ساتھ پڑھے جانے کے لائق ہے۔ اظہار کی شاعری میں اسلامی تہذیب و تمدن کے روشن زمانے اپنے تمام تر جاہ و جلال کے ساتھ جلوہ گر ہیں۔ مسلم تہذیب کی ثروتوں کے اظہار کے لیے انھوں نے فقر و درویشی، سلطنت و شاہی کے عناصر اور علامتیں استعمال کر کے غزل کے دائرہ لفظیات کو کشادگی عطا کی ہے۔ پاکستانی غزل کی تاریخ میں محمد اظہار الحق اپنی مثال آپ ہیں۔ اُن کی غزل میں مخصوص داستانوی فضا ملتی ہے۔ خالد اقبال یاسر نے لفظیات کی تشکیل میں دربار اور رزم گاہ کے متعلقات اور داستانوی عناصر سے اکتساب کیا ہے۔

یہاں غزل کے ایک اور اہم شاعر کا ذکر بھی ناگزیر ہے وہ منفرد شاعر سلیم کوثر ہیں۔ ان کی غزل غنائیت کے ذائقے سے معمور ہے۔ انھوں نے الفاظ کے دروبست، قوافی اور ردیف کے چناؤ اور اوزان و بحور کے انتخاب میں موسیقیت کے تقاضوں کو پیش نظر رکھا ہے۔ خالد اقبال یاسر کی طرح جمال احسانی کی غزل میں داستانوی عناصر کے عمل دخل نے اس کی رمزیت کے رنگ کو گہرائی عطا کی ہے۔

اسّی اور نوے کی دہائیوں میں جدید تر غزل کے قافلے میں ایسے غزل گو شعرا شامل ہوئے جنھوں نے اپنے منفرد اندازِ سخن سے غزل کی تب و تاب میں اضافہ کیا ان تازہ کار شعرا میں ڈاکٹر اختر شمار، عباس تابش، قمر رضا شہزاد، اختر عثمان، محسن چنگیزی، سعود عثمانی، شناور اسحاق، شہاب صفدر، ارشد نعیم، انجم سلیمی اور شاہین عباس کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان شعرا کے ہاں زبان و بیان کا سلیقہ پاکستانی غزل کے شان دار مستقبل کی ضمانت ہے۔ موجودہ دور میں رحمان فارس کی غزل کا طلسم قارئین ادب کو اپنی گرفت میں لے رہا ہے۔ عشق بخیر، اُن کا پہلا شعری مجموعہ ہے جسے قارئین ادب کی وسیع پیمانے پر پذیرائی مل رہی ہے۔

جہاں تک پاکستانی غزل گو شاعرات کا تعلق ہے، ادا جعفری سے لے کر آج کی تمام تازہ کار شاعرات تک غزل گوئی کا ایک روشن سلسلہ ہے۔ جسے ادب کا کوئی طالب علم نظر انداز نہیں کر سکتا۔ زہرہ نگاہ ہوں یا عرفانہ عزیز، کشور ناہید ہوں یا پروین شاکر،

شبنم شکیل ہوں یا شاہدہ حسن، نورین طلعت عروبہ ہوں یا یاسمین حمید، ان تمام قابل احترام شاعرات کی غزل جدید اور عصری حسیت کے اظہار اور ہم عصر زندگی کے متنوع تجربات کے بیان سے مالا مال ہے یہ شاعرات پاکستانی غزل کی دھنک کے تمام رنگوں کی بھر پور نمایندگی کرتی ہیں۔اس دھنک کے تمام رنگ غزل کی تہہ داری، پُر کاری اور ہمہ جہتی کے عکاس ہیں۔

نظم

ہر دور میں اور ہر عہد میں نظم موضوع اور اظہار دونوں سطحوں پر اپنا پیرہن بدلتی رہی ہے اور یہ بات مطالعے میں آئی کہ نظم روایتی فارم اور فریم توڑتے ہوئے بڑی سُرعت سے نئے آفاق اور نئی جہات کی طرف سرگرم سفر رہی ہے۔

قیام پاکستان سے لے کر 1988ء تک نظم گوئی کی تین تحریکیں ترقی پسند تحریک، حلقہ ارباب ذوق کی تحریک اور لسانی تشکیلات کی تحریک پاکستانی ادب کی شناخت بنی رہی ہیں۔ ہمارے وہ نظم نگار جو 1947ء سے پہلے اپنی تمام تر تخلیقی توانائیاں بروئے کار لا چکے تھے ان میں حفیظ جالندھری، مولانا ظفر علی خاں، جوش ملیح آبادی اور احسان دانش کے نام نمایاں ہیں۔اس دور میں نظم میں ہیئتوں کا کوئی غیر معمولی تجربہ دکھائی نہیں دیتا البتہ وہ نئی ہیئتیں جو پہلے سے متعارف ہو چکی تھی مثلاً آزاد نظم اور نظم معریٰ ان دونوں ہیئتوں میں مزید وسعت پیدا ہوئی۔حفیظ جالندھری کا ایک مجموعہ کلام قیام پاکستان کے بعد چھپا۔جوش جو پہلے ہندوستان میں مقیم تھے، جب پاکستان آئے تو ان کے چند مجموعہ ہائے کلام اشاعت پذیر ہوئے جن میں کوئی جدت یا نُدرت نہیں تھی۔اس طرح قیام پاکستان کے بعد احسان دانش بھی اپنے گزشتہ تخلیقی کام کی تکرار کرتے رہے۔اسی دور کے وہ نظم نگار جنہیں ہم بجا طور پر جدید نظم نگاری کا نقیب قرار دے سکتے ہیں۔ان میں ن۔م۔راشد، فیض احمد فیض، قیوم نظر، مجید امجد، یوسف ظفر، احمد ندیم قاسمی، جعفر طاہر، مختار صدیقی، ظہیر کاشمیری، وزیر آغا، ظہور نظر، ضیاء جالندھری، منیر نیازی، ابن انشاء، عرش صدیقی، عزیز حامد مدنی وغیرہ شامل ہیں۔

فیض، ظہیر کاشمیری اور احمد ندیم قاسمی نے نظم کو اپنے ترقی پسندانہ خیالات کے ابلاغ کا ذریعہ بنایا کیونکہ ان کا خطیبانہ بلند آہنگ اور پر جوش اسلوب صرف اسی صنف کے سانچے میں ڈھل سکتا تھا۔فیض نے اپنی نظموں میں رمزیت اور ایمائیت کا اسلوب اپنایا۔احمد ندیم قاسمی کے موضوعات فیض کی نسبت زیادہ وسیع اور متنوع ہیں۔وہ احترام انسانیت اور تکریم آدمیت کے شاعر ہیں۔ ظہیر کاشمیری کا بلند آہنگ لب ولہجہ کہیں کہیں شعریت کے تقاضوں کو مجروح کرتا دکھائی دیتا ہے۔

ن۔م۔راشد نے مغربی شعرا کے واضح اثرات قبول کیے اور آزاد نظم کے سانچوں کو انتہائی مہارت سے برتا۔قیوم نظر، یوسف ظفر اور مختار صدیقی کا تعلق حلقہ اربابِ ذوق کی تحریک سے تھا۔اس تحریک سے وابستہ شعرا نے خالصتاً تخلیقی ادب کو مرکز بنایا۔ مجید امجد کی اپنی ذات ایک تحریک کی حیثیت رکھتی تھی۔

ڈاکٹر وزیر آغا ایک معتبر نقاد، انشائیہ نگار، نظم نگار اور غزل گو شاعر تھے۔انھوں نے اپنی نظموں میں نئے استعارے اور علامتیں استعمال کی ہیں۔شعور اور اجتماعی لاشعور کے امتزاج سے جذبے کی بوقلموں جہتوں کو اُجاگر کیا ہے۔ان کی نظموں میں زندگی اور فطرت کے مناظر کثرت سے استعمال ہوئے ہیں۔ان کی دھرتی کی محبت سے گندھی بیشتر نظمیں ایسی ہیں جن میں زمین سانس لیتی محسوس ہوتی ہے۔

سید جعفر طاہر کی زیادہ تر نظمیں ڈرامائی اسلوب میں لکھی گئی ہیں۔ضیاء جالندھری کی نظموں میں صوتی آہنگ کی تاثیر کا احساس نمایاں ہے۔منیر نیازی پاکستانی نظم کے بہت اہم شاعر ہیں۔وہ ابتداء میں مجید امجد کے زیر اثر تھے مگر بعد ازاں انھوں نے اپنا لب ولہجہ دریافت کر لیا۔عزیز حامد مدنی کی آزاد نظموں میں جذبے کی برہمی اور احساس کے اضطرار کی کیفیات نمایاں ہیں۔ان کی شاعری جدید ذہن کی عکاس ہے اور اس میں اُن کے وسیع مطالعے کو بڑا دخل ہے۔اُن کی نظموں میں جدید دور کی میکانکی زندگی، صنعتی

ماحول اور سائنسی تباہ کاریوں کے خلاف شدید ردعمل پایا جاتا ہے۔ پاکستانی نظم کے اس پہلے دور کے دوسرے قابل ذکر شعرا میں فارغ بخاری، محبّ عارفی، جمیل ملک، عارف عبدالمتین، ساقی فاروقی، قتیل شفائی، اعجاز فاروقی اور احمد فراز کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ پاکستانی نظم کے ابتدائی دور کے شاعروں میں سلیم احمد، عبدالعزیز خالد، حمایت علی شاعر، احسان اکبر، فہیم اعظمی، جمیل الدین عالی، آفتاب اقبال شمیم اور احمد شمیم کا ذکر ہر حوالے سے ناگزیر ہے۔ 1958ء سے پاکستانی نظم کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے کہ جہاں سے ہماری نظم نے ایک نئی کروٹ لی۔ اس دور میں پاکستانی نظم میں حقیقت پسندی کی روایت کے ساتھ ساتھ جدیدیت کی رو کا بھی آغاز ہوا۔ ان شعرا پر جدیدیت اور وجودیت کے اثرات نمایاں تھے۔ اپنے ماحول سے ناآسودگی، بیزاری، بغاوت، فرار اور پرانے تہذیبی نظام کو قبول کرنے سے انکار ان کی نظمیہ شاعری کی مشترک خصوصیات تھیں۔ ان شعرا میں افتخار جالب، جیلانی کامران، انیس ناگی، عباس اطہر، احمد ہمیش، زاہد ڈار، عبدالرشید، سرمد صہبائی، محمد سلیم الرحمٰن، تبسم کاشمیری کے نام لیے جاسکتے ہیں۔ ان میں سے کچھ شعرا نے لسانی تشکیلات کے نظریے کو فروغ دیا۔

پاکستانی نظم کا تیسرا دور جو گزشتہ دونوں ادوار کی ارتقایافتہ صورت کا تسلسل ہے۔ اس میں 1965ء کی پاک بھارت جنگ، سقوطِ ڈھاکا، ضیاء الحق کا دورِ حکومت، افغانستان میں روس کی مداخلت جیسے اہم واقعات پیش آئے۔ بالخصوص پاک بھارت جنگ 1965ء سقوطِ ڈھاکہ 1971ء جیسے واقعات پر نظم کے شعرا نے بہت عمدہ تخلیقات پیش کیں۔ اس ضمن میں مجید امجد کی گراں قدر خدمات سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

نظم کی صنف میں ہمارے ہاں بھرپور امکانات کے حامل بہت سے نظم نگار شاعر اور شاعرات موجود ہیں جو یقیناً اپنی تخلیقی صلاحیتوں سے نظم کے دامن کو بھر رہے ہیں۔ پاکستانی نظم کے قابل مطالعہ شعرا اور شاعرات میں تاج سعید، امجد اسلام امجد، اسلم انصاری، قائم نقوی، جاوید انور، انوار فطرت، سلیم کوثر، اقبال کوثر ممتاز اطہر، خاور اعجاز، اقتدار جاوید، محسن بھوپالی، نصیر احمد ناصر، خالد احمد، اختر حسین جعفری، رفیق سندیلوی، علی محمد فرشی، محمد افسر ساجد، امداد آکاش، اعجاز رضوی، معین نظامی، زاہد منیر عامر اختر عثمان، عدنان بیگ، ابوذر، سید مبارک اور وحید احمد کے نام شامل کیے جاسکتے ہیں۔ یہاں امجد اسلام امجد کی نظم کا خصوصی حوالہ ناگزیر ہے۔ امجد کی نظم میں جذبے کی نزاکت اور احساس کی لطافت کے حوالے سے مواد، موضوع اور ہیئت کی Perfection موجود ہے، ان کی ہر نظم بہت متاثر کن ہے۔ پاکستانی نظم کی ممتاز اور مستند شاعرات ادا جعفری، زہرہ نگاہ، پروین شاکر، منصورہ احمد، ماہ طلعت زاہدی شبنم شکیل، ثمینہ راجہ، بلقیس محمود (سیفی) شاہدہ حسن، سیما شکیب، عشرت آفریں، فاطمہ حسن، نوشی گیلانی، گلنار آفرین، یاسمین گل، ناہید قمر اور نجیبہ عارف کو کسی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

1972ء کے بعد سے پاکستان شاعری میں نثری نظم کا چلن بھی عام ہوا ہے۔ اس صنف میں لکھنے والوں میں مبارک احمد، رئیس فروغ، جاوید شاہین، محمد اظہار الحق افضال احمد سید، ثروت حسین، عبدالرشید فہیم جوزی، اور جواز جعفری کا نام اور کام اہمیت کا حامل ہے۔ نثری نظم کی شاعرات میں کشور ناہید، شائستہ حبیب، پروین شاکر، نسرین انجم بھٹی سارا شگفتہ، عذرا عباس، شاہدہ حسن، فاطمہ حسن، ماہ طلعت زاہدی وغیرہ کے نام نمایاں ہیں۔

پاکستانی نظم کا مطالعہ بتاتا ہے کہ ہماری نظم شکل وصورت، زبان اور موضوع اور مواد کی بہت سی تبدیلیوں سے آشنا ہوئی ہے۔ اور اس نے غزل کی نسبت عالمی ادبی تحریکوں کے زیادہ اثرات قبول کیے ہیں۔ یہ نظم سیاسی بیداری، سماجی شعور اور تخلیقی وفور کی عکاس ہے۔ (جاری ہے)

☆☆☆

استفادہ

1۔ انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب میں سفرنامہ، مغربی پاکستان، اُردو اکادمی، لاہور س۔ن

2۔ شہزاد منظر، پاکستان میں اردو ادب کی صورتحال
مرتب ڈاکٹر اسد فیض پورب اکادمی اسلام آباد 2014

3۔ علی محمد خاں، ڈاکٹر، اصناف نظم ونثر الفیصل ناشران کتب لاہور 2019
اشفاق احمد ورک، ڈاکٹر،

4۔ غفور احمد، نئی صدی نئے ناول کتاب سرائے اُردو بازار لاہور 2014
تحقیقی وتنقیدی مطالعہ

5۔ روبینہ شہناز، ڈاکٹر اُردو تنقید میں تصور قومیت مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد 2007

6۔ خواجہ محمد زکریا، ڈاکٹر (مرتب) تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند جلد پنجم پنجاب یونیورسٹی، لاہور 2012

7۔ ممتاز احمد خان، ڈاکٹر آزادی کے بعد اُردو ناول انجمن ترقی اُردو پاکستان کراچی 2008
(ہیئت، اسالیب اور رُجحانات)

☆☆☆